آخری سبق

اُس روز صبح کو میں بہت دیر میں اسکول روانہ ہوا تھا۔ اور دل ہی دل میں سہم رہا تھا کہ ماسٹر صاحب آج ضرور بگڑیں اور برسیں گے۔ زیادہ ڈر اس خیال سے تھا کہ موسیو ہیمل نے کہہ رکھا تھا کہ آج وہ ہم سے گردانیں سنیں گے اور میری یہ کیفیت تھی کہ ان کا ایک لفظ بھی یاد نہ تھا۔ ذرا دیر کو یہ خیال میرے دل میں آیا کہ بھاگ چلوں اور آج کا دن کہیں اِدھر اُدھر پھر کر گزار دوں۔ سردیوں کا ہلکا ہلکا گرم اور روشن دن تھا۔ بن کے کنارے چڑیاں درختوں پر چہچہا رہی تھیں۔ چکی کے پچھواڑے کھلے میدان میں جرمن سپاہی قواعد کر رہے تھے۔ یہ چیزیں گردانوں سے بہت زیادہ ترغیب انگیز تھیں۔ لیکن میں دل کا اتنا کمزور نہ تھا کہ خواہشوں پر غالب نہ آ سکتا۔ چنانچہ میں جلدی جلدی قدم اٹھا کر اسکول روانہ ہوگیا۔

میں ٹاؤن ہال کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ تو میں نے دیکھا کہ جس تختے پر اشتہار لگائے جاتے ہیں اس کے سامنے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی ہے پچھلے دو سالوں سے جو بُری خبر بھی آئی تھی وہ اشتہارات کے اسی تختے پر سے پہلے پہل پڑھی گئی تھی۔ فوجوں کی شکست کی خبریں، اعلانات، فوجی افسروں کے احکامات وغیرہ۔ چنانچہ گزرتے گزرتے میں نے سوچا اب کیا قصہ ہوگیا؟

میں بڑی پھرتی سے قدم اٹھائے چلا جا رہا تھا کہ واچڑ لوہار نے جو اپنے ایک شاگرد سمیت وہاں موجود تھا۔ اشتہار پڑھنے کے بعد پکار کر مجھ سے کہا:

’میاں صاحبزادے اتنی جلدی میں کیوں ہو۔ اسکول پہنچنے کے لیے بہت وقت ہے۔‘

میں نے سوچا۔ یوں ہی میری ہنسی اڑا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی پروا نہ کی۔ اور ہانپتا کانپتا موسیو ہیمل کے ننھے سے باغیچے میں جا پہنچا۔ عام طور پر جب اسکول میں پڑھائی شروع ہوتی تھی تو ایسی گہما گہمی سی ہو جاتی تھی جس کی آواز باہر سڑک پر سے سنائی دیتی تھی۔ کہیں ڈسک کھلتے اور بند ہوتے تھے۔ کہیں سب مل کر بڑی اونچی آواز میں سبق دہراتے اور ہاتھ کان پر رکھ لیا کرتے تھے کہ زیادہ اچھی سنائی دے۔ ساتھ ساتھ استاد کا بھاری رول بار بار

میز پر برستا رہا کرتا تھا۔ لیکن آج ہر طرف چپ چاپ تھی۔ میرا خیال تھا کہ شوروغل میں بغیر کسی کو نظر پڑے اپنے ڈسک پر جا بیٹھوں گا۔ یہ کیا معلوم تھا کہ مدرسے میں آج اتوار کی سی خاموشی کا عالم نظر آتا ہے۔ کھڑکی سے جھانکا تو دیکھا کہ تمام ہم جماعت اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے ہیں اور موسیو ہیمل لوہے کا ہیبت ناک رول بغل میں دبائے جماعت میں اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ دروازہ کھول کر سب کی نظروں کے سامنے اندر داخل ہوں۔ آپ خود تصور فرما سکتے ہیں کہ شرم اور خوف کے مارے میری کیا حالت ہو رہی ہوگی۔

پر کچھ بھی نہ ہوا۔ موسیو ہیمل نے مجھے دیکھا اور بڑی شفقت سے کہا: 'فرنیز میاں! جلدی سے جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ ہم تمہارے بغیر ہی سبق شروع کرنے والے تھے۔'

میں جلدی سے بنچ پھلانگ کر گزرا اور اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ جب ڈر ذرا کم ہوا اور میرے حواس درست ہو گئے تو اس وقت میں نے دیکھا کہ ماسٹر صاحب نے اپنا خوش نما ہرا کوٹ جھالردار قمیض اور سیاہ ریشم کی ننھی سی کامدار ٹوپی پہن رکھی ہے۔ یہ وہ لباس تھا جسے وہ صرف معائنہ یا تقسیم انعام کے روز پہنا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تمام مدرسہ کچھ عجیب طرح انوکھا اور متین سا نظر آ رہا تھا۔ لیکن جس بات پر مجھے سب سے زیادہ اچنبھا ہوا۔ وہ یہ تھی کہ پچھلی نشستیں جو عام طور پر خالی رہا کرتی تھیں۔ آج ان پر ہماری طرح گاؤں کے دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بوڑھا ہوسر اپنی تکون ٹوپی پہنے بیٹھا تھا۔ اس کے علاوہ شہر کا پرانا میئر، پرانا پوسٹ ماسٹر اور کئی لوگ بھی موجود تھے۔ ہر شخص اداس نظر آتا تھا۔ بوڑھا ہوسر بازار سے ایک قاعدہ لے آیا تھا۔ اسے کھول کر اپنے زانوؤں پر رکھ لیا تھا اور اس کے صفحوں پر اس کی عینک رکھی ہوئی تھی۔

میں ان انوکھی باتوں پر حیران ہی ہو رہا تھا کہ موسیو ہیمل اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور اسی متین و شفیق آواز سے جس میں مجھ سے بات کی تھی۔ بولے:

'میرے بچو! آج میں تمہیں آخری سبق دوں گا۔ برلن سے احکام آ چکے ہیں کہ السا س اور لورین کے مدرسوں میں صرف جرمن زبان پڑھائی جائے گی کل نیا ماسٹر آ جائے گا۔ یہ تمہارا فرانسیسی کا آخری سبق ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ آج تم بہت متوجہ رہو۔'

یہ لفظ کیسے بجلی کی طرح میرے دل پر گرے۔ آہ آپ کم بختو۔ اسی بات کا اعلان تم نے ٹاؤن ہال کے باہر لگا رکھا تھا۔

میرا فرانسیسی کا آخری سبق! مجھے تو ابھی لکھنا بھی نہ آیا تھا۔ اب میں کچھ بھی نہ سیکھ سکوں گا، جہاں ہوں وہیں رک کر رہ جاؤں گا۔ مجھے کتنا قلق ہوا۔ میں اپنا سبق یاد نہ کیا کرتا تھا۔ گھونسلوں سے چڑیوں کے انڈے چرانے اور دوسرے کھیلوں میں وقت کھونے نکل جایا کرتا تھا۔ کتابیں جو ذرا دیر پہلے میرے لیے مصیبت بن رہی تھیں اور اٹھائے نہ اٹھتی تھیں۔ گرامر اور فرنچ کی کتابیں اب ایسی پرانی دوست معلوم ہو رہی تھیں کہ جن سے رشتہ توڑنا کسی طرح ممکن نہ نظر آتا تھا۔ اس طرح موسیو ہیمل کی بابت یہ خیال کہ وہ اب جا رہے ہیں اور پھر کبھی نہ ملیں گے، ان کے رول اور ان کی سخت مزاجی کی یاد کو دل سے مٹائے دے رہا تھا۔

کم نصیب شخص! اس آخری سبق کے اعزاز میں آج تو نے بہترین جوڑا پہن رکھا ہے۔ اب میں نے سمجھ لیا کہ شہر کے بوڑھے آج کیوں پچھلی نشستوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ آج انہیں بھی رہ رہ کر قلق ہو رہا تھا کہ زیادہ دنوں اسکول کیوں نہ گئے؟ وہ اپنے طریق پر اس شخص کا شکریہ ادا کر رہے تھے جس نے چالیس سال تک نہایت خلوص و دیانت سے ان کی خدمات انجام دی تھیں۔ وہ اپنی سمجھ کے مطابق اس مادر وطن کی تعظیم کرنے کو جمع ہوئے تھے جس کے وہ اب مالک نہ رہے تھے۔

میں یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں میرا نام لیا گیا۔ اب سبق سنانے کی میری باری تھی۔ اس وقت کوئی مجھ سے میرا سب کچھ لے لیتا۔ اور تمام خوفناک گردانیں مجھے کسی ایسی طرح سکھا دیتا کہ میں بلند آواز سے واضح طور پر بغیر کسی غلطی کے انہیں دہرا سکتا۔ لیکن چند لفظ ہی بول کر میں رہ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے ڈیسک کو پکڑ رکھا تھا۔ دل دھڑک رہا تھا۔ نظریں اٹھانے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔ موسیو ہیمل نے مجھ سے کہا:

'فرنیز! میں تمہیں برا بھلا نہ کہوں گا۔ تمہارا جی برا ہو گا لیکن دیکھو۔ ہر روز تم اپنے دل میں کہتے رہے کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ میں کل اپنا سبق یاد کر لوں گا اور آج اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ آہ! السا س کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے یہ کہ وہ اپنی تعلیم کو کل پر ڈالتا رہتا ہے۔ اب دشمن کیا کیا کہا کریں گے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو کہتے تو فرانسیسی ہیں لیکن انہیں نہ فرانسیسی بولنا آتا ہے نہ لکھنا۔ لیکن ننھے بچے اس میں صرف تیرا ہی قصور نہیں ہم سب کے سب مجرم ہیں۔'

'تمہارے ماں باپ کو تمہیں تعلیم دینے کا کچھ زیادہ شوق نہ تھا۔ وہ اس بات کو ترجیح دیتے کہ تم کسی کھیت یا چکی میں کام شروع کر دو گھر کی آمدنی میں تھوڑا بہت اضافہ ہو جائے۔ اور میں؟ میں بھی قصوروار ہوں۔ کئی مرتبہ بجائے اس کے میں تمہیں سبق پڑھاؤں میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ جاؤ میرے باغیچے کے گملوں میں پانی دے آؤ؟

جب میں مچھلی کے شکار کو جانا چاہتا تو اس روز اسکول میں چھٹی نہ کر دیتا تھا؟'

اس طرح ایک بات سے دوسری بات نکالتے نکالتے موسیو ہیمل نے فرانسیسی زبان پر گفتگو شروع کر دی ا
کہا کہ یہ دنیا کی سب سے پیاری سب سے واضح اور منطق کے مطابق زبان ہے۔ اس وقت اس بے بس زبان
حفاظت اور اسے اپنے میں زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ جو غلام قومیں اپنی زبان کو یاد رکھتی ہیں، اپنے قید خانے کی چا
گویا ان کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ اس کے بعد موسیو ہیمل نے قواعد کی کتاب کھولی اور ہمیں سبق پڑھایا۔ میں حیرا
تھا کہ آج سبق کیوں دل میں اترا جا رہا ہے وہ کچھ بھی کہتے۔ بہت سہل اور آسان معلوم ہوتا تھا۔ میرا یہ بھی خیال
کہ نہ میں نے اپنا سبق کبھی ایسی توجہ سے سنا تھا اور نہ کبھی انہوں نے اسے صبر اور تحمل سے پڑھایا تھا۔ ایسا معلوم ہ
تھا کہ رخصت ہو جانے سے پیشتر یہ دردمند شخص چاہتا ہے کہ جو کچھ خود جانتا ہے ہمیں بھی سکھلا دے اور کسی طر
سب باتیں ایک ہی بار ہمارے دلوں میں اُتار دے۔

قواعد کے بعد ہمیں خوش خطی کا سبق ملا۔ اس روز موسیو ہیمل ہمارے لیے نئی کاپیاں لائے تھے۔ جن پر الف
فرانس السا س فرانس السا س بڑے خوش خط لکھے ہوئے تھے۔ ہمارے ڈسک کے اوپر ننھی ننھی چھڑیاں کھڑی کر
کاپیاں ان پر ٹانگ دی گئی تھیں اور ٹنگی ہوئی وہ ایسی معلوم ہوتی تھیں گویا تمام کمرے میں ننھی ننھی جھنڈیاں لہرا ر
ہیں۔ اس روز آپ دیکھتے کہ ہر طالب علم کس طرح اپنے کام میں مصروف تھا اور جماعت میں کیسا سکوت طاری تھ
آواز تھی تو محض قلم کے کاغذ پر چلنے کی۔ ایک بار چند بھونرے کمرے میں گھس آئے پر کسی نے ان کا خیال بھی نہ
ننھے بچوں نے بھی ان کی طرف توجہ نہ کی۔ وہ اپنی کاپیوں میں مچھلی پکڑنے کی کارٹونی تصویر ایسے انہاک سے بنا
کر رہے تھے گویا یہ بھی فرانسیسی سیکھنے کا ایک حصہ تھا۔ باہر چھت کے کنگروں پر کبوتر بیٹھے ہلکے ہلکے غٹرغوں غٹرغ
کر رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

'یہ لوگ کبوتروں کو بھی جرمن میں غٹرغوں کرنا سکھائیں گے؟'

جب کبھی میں لکھائی کے کام پر سے سر اٹھاتا تو دیکھتا کہ موسیو ہیمل بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھے ہیں
ایک چیز کو تکتے ہیں کبھی دوسری کو گویا یہ بات اپنے دل میں جمالینا چاہتے ہیں کہ اس ننھے سے کمرے میں ہر چیز
نظر آ رہی ہے۔ سوچیے تو! چالیس سال تک یہ شخص یہیں رہا تھا۔ سامنے جماعت بیٹھی رہتی تھی اور دریچوں میں
اس کا ننھا باغیچہ نظر آیا کرتا تھا۔ ڈیسکیں اور بنچ اس کی نظروں کے سامنے گھس کر پرانے ہو گئے تھے۔ باغیچے میں

کے پیڑ اس کے دیکھتے دیکھتے بلند ہوئے تھے۔ انگور کی بیلیں جو خود اس نے اپنے ہاتھ سے لگائی تھیں، دریچوں کے گرد بل کھاتی ہوئی چھت تک جا پہنچی تھیں۔ ہائے ان سب چیزوں کو چھوڑ کر چلے جانے سے اس کا دکھیا دل کیسا خون خون ہو رہا ہوگا۔ اوپر کی منزل میں اس کی بہن کے اِدھر اُدھر پھرنے کی آواز آ رہی ہوگی وہ اسباب باندھنے میں مشغول تھی۔ بس اگلے دن اس شخص کو الساس سے رخصت ہو جانا تھا۔

لیکن پھر بھی اس شخص میں اتنا حوصلہ تھا کہ آخری دم تک ہر سبق سنتا رہا۔ خوش خطی کے بعد ہمیں تاریخ کا سبق ملا اور اس کے بعد ننھے بچے ابجد دہراتے رہے۔ پچھلی نشستوں میں اب بوڑھے ہوسر نے عینک لگائی تھی اور اپنا قاعدہ دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر بچوں کے ساتھ ہجوں کی مشق کر رہا تھا۔ آپ موجود ہوتے تو دیکھتے وہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ اس کی آواز شدت جذبات سے کانپ رہی تھی۔ ایسی عجیب معلوم ہوتی تھی کہ کبھی ہم چاہتے ہنس پڑیں اور کبھی چاہتے کہ اس کے ساتھ مل کر رونے لگیں۔ آہ! وہ آخری سبق مجھے کیسی اچھی طرح یاد ہے۔

اتنے میں گھڑی نے بارہ بجائے۔ اس کے ساتھ ہی جرمن سپاہیوں کے بگل کی آواز سنائی دی۔ وہ قواعد سے فارغ ہو کر باہر گزر رہے تھے۔ موسیو ہیمل کرسی پر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت ان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ مگر جیسے بلند و بالا وہ اس وقت نظر آتے تھے پہلے کبھی نظر نہ آئے تھے۔

وہ بولے: 'میرے دوستو! میں ...... میں ......' کسی چیز نے ان کا گلا گھونٹ دیا تھا وہ اور کچھ نہ بول سکے پھر وہ بلیک بورڈ کی طرف مڑ گئے۔ چاک کا ایک ٹکڑا لیا اور اپنی پوری قوت سے کام لے کر جس قدر بڑے الفاظ میں لکھ سکتے تھے۔ انہوں نے بلیک بورڈ پر لکھ دیا۔۔۔

'زندہ باد فرانس!'

پھر وہ رک گئے۔ اپنا سر دیوار سے ٹیک دیا اور بغیر کوئی لفظ منہ سے نکالے صرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جس کے معنی تھے ۔۔ 'اسکول بند ہو گیا۔ اب تم جا سکتے ہو۔'

لفظ و معنی

سہم - ڈر

احکام - حکم

ہیبت ناک - خوف ناک

حواس - ہوش

نصیب - مقدر

جرأت - ہمت

قوت - طاقت

مشغول - مصروف

شدت - تیزی

آپ نے پڑھا

- فرانسیسی افسانہ نگار کا یہ افسانہ ایک سبق آموز کہانی ہے۔ درس وتدریس سے متعلق یہ ایک کہانی ہے جس میں طلبہ کو درس وتدریس کے عملی تجربہ سے روشناس کرایا گیا ہے۔ فرانس کے ملک میں ایک استاد اسکول میں فرانسیسی زبان کی تعلیم دے رہے تھے۔ کہانی کے پس منظر میں آج استاد کے درس کا آخری سبق تھا جس میں استاد کے طویل تدریسی عمل کا ذاتی تجربہ بھی تھا اور دوسری طرف انواع واقسام کے طلبہ سے ملنے کا مشاہدہ بھی تھا۔ یہ فرانسیسی زبان اور اسی ملک کے سماجی پس منظر کی کہانی ہے جس کا یہ اردو ترجمہ ہے۔

آپ بتائیے

1. طالب علم کس کے خوف سے سہم رہا تھا؟

(الف) ماسٹر کے (ب) ہیڈ ماسٹر کے (ج) مونیٹر کے (د) اپنے گارجین کے

2. طالب علم کے دل میں ذرا دیر کے لیے کیا آیا؟

(الف) بھاگ جانے کا (ب) اسکول نہ جانے کا (ج) بھیگ جانے کا (د) بخار آجانے کا

3. ماسٹر صاحب کے کوٹ کا رنگ کیسا تھا؟

(الف) لال (ب) ہرا (ج) پیلا (د) نیلا

4. ماسٹر صاحب نے کیسے رنگ کے ریشم کی ٹوپی پہن رکھی تھی؟

(الف) سبز ریشم (ب) سیاہ ریشم (ج) سفید ریشم (د) نیلے ریشم

5. ماسٹر صاحب نے بلیک بورڈ پر کیا لکھ دیا؟

(الف) زندہ باد فرانس (ب) زندہ باد جرمن (ج) زندہ باد جاپان (د) زندہ باد روس

مختصر گفتگو

1. کہانی 'آخری سبق' کے مصنف کا نام کیا ہے؟
2. مصنف کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟
3. فرنیز کو قواعد کے بعد کون سا سبق ملا؟
4. موسیو ہیمل کون تھے؟
5. درج ذیل الفاظ کی جمع بنایئے۔

حکم، لفظ، قدم، طرف، سبق

تفصیلی گفتگو

1. 'آخری سبق' کے مصنف کے بارے میں چند جملے لکھیے۔
2. 'آخری سبق' کا خلاصہ لکھیے۔
3. کہانی 'آخری سبق' سے آپ کو کیا نصیحت ملتی ہے؟
4. کہانی 'آخری سبق' کا موضوع کیا ہے؟

آیئے، کچھ کریں

1. اپنے استاد سے پوچھ کر چند فرانسیسی کہانی کاروں کے نام لکھیے۔
2. حب الوطنی کے موضوع پر دس جملے لکھیے۔
3. دنیا کے نقشہ پر فرانس کو تلاش کیجیے۔